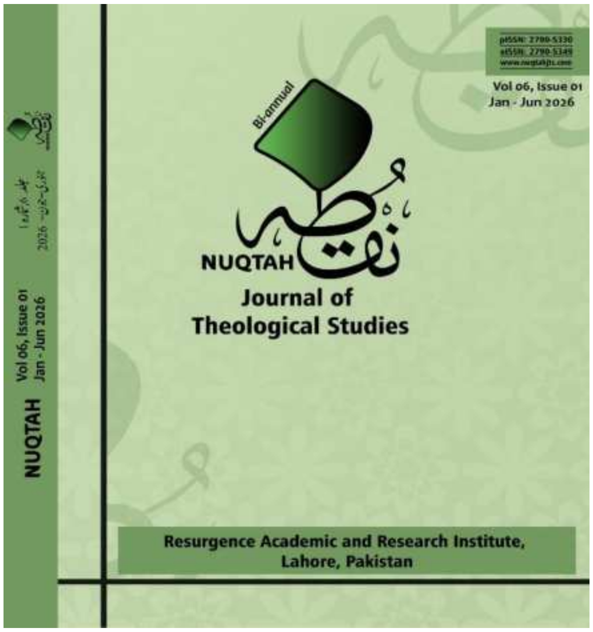

Nuqtah Journal of Theological Studies

Editor: Dr Shumaila Majeed

(Bi-Annual)

Languages: English, Urdu, Arabic

pISSN: 2790-5330 eISSN: 2790-5349

https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published by:

Resurgence Academic and Research

Institute Lahore (53720), Pakistan

Email: editor@nuqtahjts.com

متن کی تعبیر نو کا تصور: اسلامی ہرمینیاتی رجحانات کا مقاصد الشریعہ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

The Concept of Reinterpreting the Text: An Analytical Study of Islamic Hermeneutical Trends in the Light of Maqāṣid al-Sharīʿah

Prof. Dr. Muhammad Tahir Mustafa
Professor/Chairman Deptt. of Religious Studies, RLKU.
Email: tahir.mustafa@rlku.edu.pk

Dr Ihsan ur Rahman Ghauri
Associate Professor, Inst. of Islamic Studies, PU
Email: ihsan.is@pu.edu.pk

Published online: 10 Feb, 2026

View this issue

OPEN ACCESS

CC BY

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

Abstract

The concept of textual reinterpretation, or hermeneutical reconstruction, in Islamic hermeneutics addresses the reevaluation of sacred texts such as the Quran and Sunnah in response to modern historical, social, and cultural shifts. Emerging from 20th-century Islamic revival movements, it grapples with challenges like globalization and contemporary issues including democracy, women's rights, and bioethics. This paper examines three hermeneutical trends—text-centric (rooted in classical traditions), reader-centric (influenced by postmodernism, e.g., Nasr Hamid Abu Zayd), and moderate (e.g., Fazlur Rahman's Double Movement Theory)—through the framework of Maqasid al-Shariah. It critiques reader-centric relativism for undermining core objectives like preserving faith and intellect, while advocating a balanced, objectives-centered approach that upholds textual authority, respects consensus, and enables adaptive ijtihad to harmonize eternal guidance with modern demands in Muslim societies.

Keywords: Textual Reinterpretation, Islamic Hermeneutics, Maqasid al-Shariah, Ijtihad, Text-Centric Approach, Reader-Centric Approach, Double Movement Theory, Islamic Revival.

عصرِ حاضر میں اسلامی فکر کے پیچیدہ اور متنازعہ مباحث میں سے ایک "متن کی تعبیر نو (Textual Reinterpretation) "یا" تفسیری تعبیر نو (Hermeneutical Reconstruction)" کا تصور ہے۔ یہ تصور جدید اسلامی ہرمینیات (Islamic Hermeneutics) کے دائرے میں ایک مرکزی حیثیت اختیار کر گیا ہے، جس کا بنیادی تعلق نصوصِ شرعیہ بالخصوص قرآن کریم کے فہم اور اطلاق کو نئے تاریخی، سماجی، ثقافتی اور عصری تناظرات میں از سر نو مرتب کرنے کے علمی عمل سے ہے۔ یہ رجحان محض ایک علمی بحث نہیں بلکہ ایک عملی ضرورت کے طور پر بھی سامنے آیا ہے، جس کے پیچھے جدیدیت (Modernity) کے چیلنجوں، عالمی تہذیبی تبدیلیوں، اور مسلم معاشروں کے سامنے موجود جدید مسائل کی پیچیدگی کارفرما ہے۔[1]

اس تصور کی علمی جڑیں بیسویں صدی کے اوائل میں شروع ہونے والی اسلامی نشاۃ ثانیہ (النھضۃ الاسلامیۃ) اور تجدید دین کی تحریکوں میں دیکھی جاسکتی ہیں، لیکن اس کی نظریاتی تشکیل پچھلی نصف صدی میں خاص طور پر مغربی تعلیم یافتہ مسلم مفکرین کے ہاں ہوئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا شریعت کے بنیادی متون کی کوئی تشکیل نو شرعی طور پر جائز ہے؟ اگر ہے تو اس کی شرعی حدود و قیود کیا ہیں؟ کیا یہ عمل مقاصد الشریعہ کے دائرے میں رہتے ہوئے انجام دیا جاسکتا ہے؟ یہ مقالہ انہی سوالات کے جوابات کی تلاش میں "متن کی تشکیل نو" کے مختلف اسلامی ہرمینیاتی رجحانات کا مقاصد الشریعہ کے مستقر اور مسلم اصولوں کی روشنی میں نقد و تجزیہ پیش کرے گا، اور یہ واضح کرنے کی کوشش کرے گا کہ کون سا رجحان اسلامی علم الاصول کے دائرے میں قابل قبول ہے۔

متن کی تشکیل نو- مفہوم، تاریخ اور نظریاتی بنیادیں

تشکیل نو (Reconstruction) کی اصطلاح مختلف علوم میں مختلف معانی رکھتی ہے۔ فقہ و اصول کی روایت میں اس کا قریبی مفہوم "اجتہاد" اور "تجدید" سے قریب ہے، لیکن جدید استعمال میں اس میں ایک بنیادی فرق پیدا ہو گیا ہے۔ روایتی اجتہاد میں متن (نص) کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور مفسر یا مجتہد کا کام متن کے ظواہر اور مقاصد کو سمجھ کر نئے مسائل کا حل تلاش کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ جدید "تشکیل نو" کے تصور میں بعض اوقات متن کی مرکزی حیثیت متاثر ہوتی ہے اور قاری (مفسر) کا تناظر مرکزِ توجہ بن جاتا ہے۔

تاریخی ارتقا اور فکری پس منظر

متن کی تشکیل نو کا جدید تصور دو بڑے فکری اور تاریخی محرکات کے تحت ابھرا:

الف) استشراقی تنقید اور مغربی ہرمینیات کا اثر: انیسویں اور بیسویں صدی میں مغربی مستشرقین (Orientalists) نے تاریخی تنقیدی طریقوں (Historical-Critical Method) سے اسلامی متون بالخصوص قرآن کریم کی تاریخی تشکیل، تدوین اور ترتیب پر بنیادی سوالات اٹھائے۔ اسکالرز جیسے تھیوڈور نولدکے (Theodor Nöldeke) نے "تاریخ القرآن (Geschichte des Qorāns) " میں قرآن کی تدوینی تاریخ کو نئے سرے سے مرتب کرنے کی کوشش کی۔[2]
اس علمی چیلنج کے جواب میں بعض مسلم مفکرین نے دو رجحانات اختیار کیے: ایک گروہ نے ان تنقیدات کا دفاعی طریقے سے جواب دیا، جبکہ دوسرے گروہ نے انہی طریقوں کو اسلامی متون پر لاگو کرنے کی کوشش کی، جس کا نتیجہ متن کی تشکیل نو کے جدید تصور کی صورت میں نکلا۔

ب) عصری مسائل اور جدیدیت کا دباؤ: جدید معاشرتی، سیاسی، معاشی اور سائنسی مسائل نے روایتی فقہی ذخیرے کو شدید چیلنج کیا۔ مسائل جیسے جمہوریت اور شرعی حکومت، حقوقِ نسواں اور اسلامی قانون، سود کا جدید مالیاتی نظام، حیاتیاتی اخلاقیات (Bioethics) ، اور انسانی حقوق کے عالمی منشورات نے نصوص کی نئی تعبیرات کی ضرورت کو جنم دیا۔[3]
اس ضرورت نے بعض مصلحین اور مفکرین کو نصوص کی تشکیل نو کی طرف مائل کیا۔

ہرمینیات سے استفادہ کی نظریاتی بنیادیں

ہرمینیات (Hermeneutics) دراصل تفسیر و تعبیر کا علم ہے جس کی جڑیں یونانی فلسفے میں ہرمیس (Hermes) کی دیوتائی شخصیت سے ملتی ہیں، جو خداؤں کے پیغامات کو انسانوں کے فہم کے قابل بناتا تھا۔ جدید ہرمینیات کا آغاز فریڈرک شلائرماخر (Friedrich Schleiermacher) سے ہوا، جسے ولہیم ڈلتھی (Wilhelm Dilthey) نے آگے بڑھایا، اور مارٹن ہائیڈیگر (Martin Heidegger) اور ہنس جارج گیڈامر (Hans-Georg Gadamer) نے اسے وجودی اور فلسفیانہ بنیادیں فراہم کیں۔[4]

اسلامی ہرمینیات کے اہم رجحانات - ایک تحلیلی جائزہ

متن محوری رجحان (Text-Centric Approach)

یہ روایتی اسلامی رجحان ہے جس کی جڑیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین رحمھم اللہ اور سلف صالحین کی تفسیری روایت میں ملتی ہیں۔ اس کے مطابق متن (قرآن و سنت) ایک بذاتِ خود مکمل، واضح اور خود کفیل ہستی رکھتا ہے، جو الہامی اساسات سے متصل۔ اس رجحان کی درج ذیل خصوصیات ہیں:

1۔ نص کی حجیت مطلق: نص شریع کی حجیت قطعی اور مطلق ہے۔
2۔ مصنف کی مراد تک رسائی ممکن: مصنف (یعنی اللہ تعالیٰ) کی مراد کو سمجھنا ممکن اور مفسر کا بنیادی فریضہ ہے۔
3۔ سیاق و سباق کی اہمیت: تاریخی سیاق (Context) نص کی تفہیم میں معاون ہے لیکن حاکم نہیں۔
4۔ علوم الآلۃ کا کردار: تفسیر کے لیے عربی زبان، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ، فقہ، اصول فقہ جیسے علوم آلہ ضروری ہیں۔

اس رجحان کے نمائندہ علماء میں امام طبری، امام رازی، امام ابن تیمیہ، اور اہل السنۃ والجماعۃ کے اکثر مفسرین اور اصولیین شامل ہیں۔ امام شاطبیؒ (م 790ھ) نے اس رجحان کو مقاصد کے ساتھ مربوط کیا، جس کا اظہار ان کی شہرہ آفاق تصنیف الموافقات میں ہوتا ہے۔[5]

قاری محوری رجحان(Reader-Centric Approach)

یہ جدید رجحان بیسویں صدی کے آخر میں ابھرا جو پوسٹ ماڈرن نظریات اور ساختیات (Structuralism) و پس ساختیات (Post-Structuralism) سے متاثر ہے۔اس رجحان کے بنیادی مفروضے یہ ہیں:

1۔ متن کی کثیر المعنویت: متن کا کوئی واحد، قطعی یا حتمی مفہوم نہیں ہوتا۔

2۔ قاری کا مرکزی کردار: معنی کی تشکیل دراصل قاری کے ذہنی، تاریخی، ثقافتی اور نفسیاتی پس منظر (Pre-understanding) کے ساتھ اس کے تعامل کا نتیجہ ہوتی ہے۔

3۔ تاریخی قیدیت: ہر متن اپنے تاریخی دور کا پیداوار ہے اور اس کے معنی اسی دور تک محدود ہیں۔

4۔ سیاسی-سماجی تناظر: تفسیر ایک سیاسی عمل ہے جو طاقت کے تعلقات سے متاثر ہوتا ہے۔

اس فکر کے نمائندہ مفکرین میں ڈاکٹر نصر حامد ابوزید(م2010ء)سب سے معروف نام ہے۔انہوں نے قرآن کو"ایک تاریخی دستاویز"اور"ثقافتی پیداوار"قرار دیا۔ان کے نزدیک قرآن کا پیغام اپنے تاریخی سیاق میں تو مؤثر تھا، لیکن آج نئے سیاق میں نئی تشکیل کی ضرورت ہے۔[6]

ان کے علاوہ محمد ارکون(م2010ء):انہوں نے"اسلامی عقل (Islamic Reason) "پر تنقید کی اور"نقد العقل الاسلامی"کا نظریہ پیش کیا۔تیسرے معروف مفکر حسن حنفی ہیں جنہوں نے"الیسار الاسلامی"اور"من العقیدۃ الی الثورۃ"میں مذہبی متن کی نئی تشکیل کی کوشش کی۔

مصنف محوری رجحان کی بحالی کی معتدل کوششیں

کچھ معتدل جدید مفکرین نے متن اور قاری کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔جن کے نمائندہ مفکرین کا تعارف حسب ذیل ہے:

1۔ڈاکٹر فضل الرحمان(م1988ء):ان کا"دوحرکتی نظریہ (Double Movement Theory) "اس رجحان کی بہترین مثال ہے۔پہلی حرکت:تاریخی سیاق میں متن کا مفہوم سمجھا جائے۔دوسری حرکت:اس عالمگیر پیغام کو موجودہ سیاق میں تطبیق دی جائے۔[7]

2۔ ڈاکٹر طہ جابر العلوانی(م2016ء):انہوں نے"مقاصدی تفسیر"اور"نظریۃ المقاصد"کو جدید تفسیریات کی بنیاد بنانے کی کوشش کی۔

3۔ ڈاکٹر عبد المجید النجار:انہوں نے مقاصد الشریعہ کو جدید علمی تناظر میں پیش کیا ہے۔

مقاصد الشریعہ-تشکیل نو کے لیے ایک معیاری سانچہ

مقاصد الشریعہ:تعریف،تاریخ واہمیت

مقاصد الشریعہ سے مراد وہ اہداف، مصالح اور حکمتیں ہیں جن کی خاطر شریعت اسلامیہ نازل ہوئی ہے۔امام شاطبیؒ نے اس علم کو منظم شکل دی اور اسے تین درجات میں تقسیم کیا:

1۔ الضروریات: وہ مقاصد جن پر دین و دنیا کی مصلحتیں موقوف ہیں۔یہ پانچ ہیں: حفظ الدين، حفظ النفس، حفظ العقل، حفظ النسل، حفظ المال۔[8]

2۔ الحاجیات: وہ مقاصد جو تنگی و مشقت کو دور کرنے کے لیے ہیں۔

3۔ التحسینیات: وہ مقاصد جو حسن و خوبی کے حصول کے لیے ہیں۔

اگرچہ مقاصد کا تصور قرآن و سنت میں موجود ہے، لیکن اس کی تدوینی تاریخ کا آغاز امام حرمین الجوینیؒ(م478ھ) سے ہوا، جو امام غزالیؒ(م505ھ)تک پہنچا، اور امام شاطبیؒ(م790ھ) کے ہاں اس کی تکمیل ہوئی۔جدید دور میں شیخ محمد الطاہر بن عاشور(م1973ء)نے"مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ"لکھ کر اس علم کو جدید تناظر میں پیش کیا۔[9]

مقاصد کا تشکیل نو کے لیے سانچہ

مقاصد الشریعہ متن کی کسی بھی تشکیل نو کے لیے درج ذیل معیارات اور حدود فراہم کرتا ہے:

1۔ ضروریات کی حفاظت کا معیار:(Criterion of Preserving Essentials)

کسی بھی تشریحی تشکیل نو کو ضروریات خمسہ کی حفاظت کو یقینی بنانا ہوگا۔ مثال کے طور پر:

-اگر کوئی تشریح "حفظ الدین" کے مقصد کو مجروح کرتی ہے (جیسے نماز یا روزے کی فرضیت کو تاریخی قرار دے)، تو وہ ناقابل قبول ہے۔

-اگر کوئی تشریح "حفظ العقل" کے خلاف ہے (جیسے نشہ آور اشیاء کی حرمت کو نسبی بنادے)، تو وہ رد کی جائے گی۔

2۔ نص کے دلالی درجات کا احترام:(Respect for Textual Hierarchies)

شاطبیؒ نے نصوص کو ان کی دلالت کی قطعیت وظنیت کے اعتبار سے تقسیم کیا ہے:

- قطعی الثبوت والدلالۃ: ایسی نصوص جن کا ثبوت اور مدلول دونوں قطعی ہیں (جیسے قرآن کی صریح آیات)۔ ان میں تشکیل نو کی کوئی گنجائش نہیں۔

- قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ: ایسی نصوص جو ثبوت میں قطعی ہیں لیکن دلالت میں ظنی ہیں۔ ان میں محدود تشریحی گنجائش ہے۔

- ظنی الثبوت والدلالۃ: ایسی نصوص جو ثبوت اور دلالت دونوں میں ظنی ہیں (جیسے اکثر اخبار آحاد)۔ ان میں وسیع تر تشریحی گنجائش موجود ہے۔[10]

3۔ اجماعی فہم کی رعایت:(Consideration of Consensus)

امت کے مستقر اجماع یا تعامل کے خلاف کوئی تشکیل نو جائز نہیں۔ امام قرافی (م684ھ) کہتے ہیں: "الإجماع حجة قاطعة" (اجماع قطعی حجت ہے)۔[11]

4۔ مصالح مرسلہ کا التزام:(Adherence to Unrestricted Interests)

امام مالک کے مسلک میں "مصالح مرسلہ" کا اصول تشکیل نو کے لیے اہم ہے، بشرطیکہ وہ:

شرعی مقاصد کے موافق ہو؛ - قیاس کے تحت ہو؛ ضرورت یا حاجت کی بنیاد پر ہو۔

تشکیل نو کے مختلف رجحانات کا مقاصدی تجزیہ

نصر حامد ابوزید اور ان کے ہم فکر مفکرین کے رجحان کا مقاصد الشریعہ کی روشنی میں گہرا تجزیہ درج ذیل نکات سامنے لاتا ہے:

الف) مقصد "حفظ الدین" کی خلاف ورزی:

جب قرآن کو محض "ایک تاریخی۔ ثقافتی متن" یا "تاریخی دستاویز" قرار دیا جاتا ہے، تو اس کے متعدد منفی نتائج نکلتے ہیں:

1۔ الوہی حیثیت کا انکار عملی: اگرچہ ابوزید ظاہراً قرآن کی الوہی حیثیت کا انکار نہیں کرتے، لیکن تاریخی مقیدیت کا نظریہ عملاً اس کی ابدی ہدایت ہونے کے تصور کو مجروح کرتا ہے۔

2۔ احکام کی نسبیت: تاریخی قرار پانے والے احکام کی حجیت نسبی ہو جاتی ہے، جو شریعت کے قطعی احکام کے تصور کے منافی ہے۔

3۔ دین کی اساس کو خطرہ: یہ نظریہ درحقیقت دین کی اساس کو ہی نسبیت (Relativism) کا شکار بنا دیتا ہے، جو مقصد "حفظ الدین" کے صریح منافی ہے۔ امام غزالی (م505ھ) نے "حفظ الدین" کو اولین مقصد قرار دیا ہے، جس میں دین کے عقائد، عبادات اور احکام کی حفاظت شامل ہے۔[12]

ب) مقصد "حفظ العقل" کے مغالطہ آمیز استعمال:

قاری محوری رجحان میں عقل کو متن پر حاکم بنا کر متن کی مرکزی حیثیت ختم ہو جاتی ہے، حالانکہ شریعت میں:

- عقل کا کام نص کی خدمت اور اس کے مطابق حکم لگانا ہے، نہ کہ نص کو اپنے تقاضوں کے مطابق ڈھالنا۔

-امام شاطبیؒ نے واضح کیا ہے کہ "العقل میزان لا أنہ مستقل بالتشریع" (عقل میزان ہے، خود شارع نہیں)۔[13]

ج) عملی نتائج:

اس رجحان کی عملی تطبیق کے نتیجے میں:

- نماز، روزے، زکوٰۃ جیسی عبادات کی فرضیت کو تاریخی قرار دیا جاسکتا ہے۔

- حرام و حلال کے احکام کو نسبی بنادیا جاتا ہے۔

- یہ تمام باتیں مقاصد الشریعہ کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہیں۔

معتدل دو حرکتی رجحان: امکانات، حدود اور مقاصدی ہم آہنگی

فضل الرحمان کے نظریے کا مقاصد کے ساتھ زیادہ ہم آہنگی پائی جاتی ہے، لیکن اس کے لیے کچھ شرائط اور حدود کا تعین ضروری ہے:

امکانات:

1۔ تاریخی شعور اور ابدیت کا توازن: یہ نظریہ نص کی تاریخی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی اس کے ابدی پیغام کو برقرار رکھتا ہے۔

2۔ اجتہاد کا منظم تصور: یہ اجتہاد کے روایتی اسلامی تصور کو ایک منظم اور جدید شکل دیتا ہے، جو درحقیقت مقاصد الشریعہ کا ہی عملی اظہار ہے۔

3۔ مقاصدی تطبیق: دوسری حرکت (عصری تطبیق) میں مقاصد الشریعہ کو معیار بنایا جاسکتا ہے۔

حدود و شرائط:

1۔ نص کے قطعی حدود کا احترام: دوسری حرکت میں نص کے قطعی حدود اور مقاصد کے ضروریات کا خیال رکھا جائے۔

2۔ اولویات کا تعین: ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کی ترتیب کا لحاظ رکھا جائے۔

3۔ اجتماعی اجتہاد: ایسی تشکیل نو انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی اجتہاد کے تحت ہونی چاہیے۔

مقاصد محوری رجحان: ایک متوازن متبادل

ایک تیسرا رجحان جسے "مقاصد محوری رجحان" کہا جاسکتا ہے، جو مندرجہ بالا دونوں کے درمیان ایک متوازن راستہ پیش کرتا ہے۔ اس رجحان کی بنیادی خصوصیات میں:

1۔ نص کی حاکمیت: نص شرعی حاکم اور معیار ہے۔

2۔ مقاصد کی تفسیر: نص کی تفسیر و تعبیر میں مقاصد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

3۔ تاریخی تناظر کا فہم: تاریخی سیاق کو سمجھنا ضروری ہے لیکن حاکمانہ نہیں۔

4۔ عصری تطبیق: مقاصد کے دائرے میں عصری تطبیق ممکن ہے۔

امام شاطبیؒ کا یہ قول اس سارے مباحثے کی بہترین تلخیص پیش کرتا ہے: "الشَّرِيعَةُ وُضِعَتْ لِتَحْصِيلِ مَصَالِحِ الْعِبَادِ" (شریعت بندوں کے مصالح کے حصول کے لیے بنائی گئی ہے)۔[14]

لہٰذا، ہر وہ تشکیل نو جوان مصالح کے حصول کا ذریعہ بنے، شرعی اصولوں کے دائرے میں رہتے ہوئے قابلِ غور ہے، اور ہر وہ تشکیل نو جوان مصالح کے لیے خطرہ بنے یا شریعت کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہو، شرعاً مردود ہے۔
نص کی تشکیل نو کا صحیح تصور در حقیقت امت کے لیے ایک نعمت ہے اگر اسے صحیح شرعی ضوابط میں رکھا جائے۔ یہ تصور ہمیں جمود اور تغیر کے درمیان توازن قائم کرنے، شریعت کی ابدی ہدایت کو عصری تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے، اور اسلام کو ایک زندہ، متحرک اور ہمہ وقت رہنمائی فراہم کرنے والے دین کے طور پر پیش کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

نتائجِ بحث

اس تحقیقی مطالعہ میں متن کی تعبیرِ نو کے تصور کو اسلامی ہرمینیاتی رجحانات کے تناظر میں مقاصد الشریعہ کی روشنی میں جانچا گیا۔ تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ تعبیرِ نو کوئی جدید یا من مانی فکری کاوش نہیں، بلکہ اسلامی علمی روایت میں اس کی جڑیں گہری اور مضبوط ہیں۔ عہدِ صحابہؓ سے لے کر فقہائے مجتہدین اور مصلحینِ امت تک، نصوص کی تفہیم میں حالات و سیاق کے اعتبار سے اجتہادی بصیرت کا استعمال ہمیشہ موجود رہا ہے۔

یہ مطالعہ اس نتیجے تک پہنچتا ہے کہ مقاصد الشریعہ تعبیرِ نو کے لیے ایک مضبوط اصولی اور منہجی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ دین، جان، عقل، نسل اور مال کے تحفظ جیسے کلی مقاصد تعبیر کے عمل کو اعتدال، توازن اور مقصدیت عطا کرتے ہیں۔ اس طرح تعبیرِ نو نہ تو نصوص سے انحراف بنتی ہے اور نہ ہی محض شخصی رجحانات کی عکاسی، بلکہ وہ ایک منضبط اور ذمہ دار علمی عمل قرار پاتی ہے۔

بالخصوص کلاسیکی مفکرین جیسے شاطبیؒ اور غزالی نے مقاصد کے نظریے کو جو فکری و اصولی بنیاد فراہم کی، وہ آج بھی معاصر مسائل کے حل میں رہنمائی کا مؤثر ذریعہ ہے۔ ان کی فکر اس امر کی تائید کرتی ہے کہ شریعت کا اصل مقصد انسانی فلاح، عدل اور توازن کا قیام ہے، اور ہر تعبیر کو انہی اعلیٰ مقاصد کے تابع ہونا چاہیے۔

موجودہ دور میں سماجی تبدیلی، عالمی فکری مباحث اور جدید مسائل کے پیشِ نظر نصوص کی تفہیمِ نو ایک ناگزیر علمی ضرورت ہے۔ تاہم یہ عمل اسی وقت معتبر ہوگا جب وہ مقاصد الشریعہ، اصولِ فقہ اور مستند علمی روایت کے دائرے میں انجام پائے۔

خلاصہ یہ کہ تعبیرِ نو کا صحیح تصور وہی ہے جو نص کی اصالت، علمی دیانت اور مقاصدِ شریعت کے اعلیٰ اہداف کے درمیان توازن قائم رکھے۔ اسی توازن کے ذریعے اسلامی فکر اپنی معنوی تازگی، عملی رہنمائی اور عصری معنویت برقرار رکھ سکتی ہے۔

حوالہ جات:

1 Al-ʿAwwā, Muḥammad Salīm. Fī Uṣūl al-Niẓām al-Jināʾī al-Islāmī. Beirut: Dār al-Shurūq, 1998, p. 55-60.

2 Nöldeke, Theodor. Geschichte des Qorāns. Göttingen: Dieterich'sche Verlagsbuchhandlung, 1860, p. 1-15.

3 Ramaḍān, Tāriq. Al-Islām wa Azminat al-Ḥadāthah: Ishkāliyyāt al-Tajdīd. Translated by Anwar al-Ghundur. Cairo: Dār al-Shurūq, 2001, p. 89.

4 Gadamer, Hans-Georg. Truth and Method. Tr. Joel Weinsheimer and Donald G. Marshall. London: Continuum, 2004, p. 265-307.

5 Al-Shāṭibī, Ibrāhīm ibn Mūsā. Al-Muwāfaqāt fī Uṣūl al-Sharīʿah. Edited by ʿAbd Allāh Darāz. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2004, vol. 1, p. 32.

6 Abū Zayd, Naṣr Ḥāmid. Mafhūm al-Naṣṣ: Dirāsah fī ʿUlūm al-Qurʾān. Cairo: al-Hayʾah al-Miṣriyyah al-ʿĀmmah li-l-Kitāb, 1990, p. 145

7 Raḥmān, Fazlur. Al-Islām wa al-Ḥadāthah: Taḥawwul al-Fikr al-Dīnī. Translated by Aḥmad Maḥmūd. Kuwait: Silsilat ʿĀlam al-Maʿrifah, 1996, p. 150-155.

8 Al-Shāṭibī, Al-Muwāfaqāt, vol. 2, p. 8-25.

[9] Ibn ʿĀshūr, Muḥammad al-Ṭāhir. Maqāṣid al-Sharīʿah al-Islāmiyyah. Tunis: Dār al-Salām, 2006, p. 65.
[10] Al-Shāṭibī, Al-Muwāfaqāt, vol. 3, p. 58-65
[11] Al-Qarāfī, Aḥmad ibn Idrīs. Al-Furūq. Beirut: ʿĀlam al-Kutub, 1418 AH, vol. 4, p. 45.
[12] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad. Al-Mustaṣfā min ʿIlm al-Uṣūl. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1413 AH, vol. 1, p. 287.
[13] Al-Shāṭibī, Al-Muwāfaqāt, vol. 1, p. 145
[14] Al-Shāṭibī, Al-Muwāfaqāt, vol. 2, p. 6.